THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

افسانوی ادب میں پنجابی تہذیب وثقافت کے اثرات

THE INFLUENCE OF PUNJABI CULTURE AND CIVILIZATION ON FICTIONAL LITERATURE

محمد یوسف

پی ایچ ڈی اردو اسکالر، عبادت انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر محمد عارف فرہاد

ایسوی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، عبادت یونیورسٹی اسلام آباد

Abstract

Punjabi culture and civilization constitute a significant cultural source in Urdu fiction, deeply influencing its themes, characters, language, and symbolic expression. This study critically examines the impact of Punjabi cultural elements on contemporary Urdu short stories with reference to the selected Writers. Ahmed Nadeem Qasmi highlights village life and the greenery of the fields in his stories. A. Hameed's writings reflect the customs and traditions of Punjabi culture. Khalid Fateh Muhammad's stories describe relationships and family systems as pillars of Punjabi culture and civilization. Rashid Amjad's stories explore themes such as collective consciousness, hospitality, dialogue, silence, and joy and sorrow in Punjabi culture.Mansha Yaad's fiction reflects rural Punjabi life, folk traditions, and social realism, highlighting human relationships and class disparities. Shahid Rizwan focuses on urban Punjab, portraying cultural transformation, modern anxieties, and the individual's inner conflicts arising from the tension between tradition and modernity. In contrast, Shoaib Sadiq employs Punjabi culture as a symbolic framework to explore issues of identity, power, social oppression, and marginalization.

افسانوی ادب میں پنجابی تہذیب وثقافت کے اثرات

افسانوی ادب اردو ادب کی ایک نہایت اہم اور مقبول صنف ہے، جس میں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں، جذبات، مسائل اور سماجی حقائق کو مختصر مگر جامع انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ دراصل نثر کی وہ شکل ہے جو کم الفاظ میں گہری بات کہنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور قاری کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اس صنف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ براہِ راست دل اور ذہن پر اثر ڈالتی ہے۔ افسانوی ادب محض واقعات کا بیان نہیں ہوتا بلکہ اس میں کردار نگاری، منظر کشی، مکالمہ اور پلاٹ کی مضبوطی شامل ہوتی ہے۔ ایک کامیاب افسانہ وہی ہوتا ہے جس میں ابتدا، عروج اور انجام مربوط انداز میں پیش کیے جائیں اور قاری کو آخر تک اپنی گرفت میں رکھے۔ افسانہ نگار اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے ذریعے ایک مختصر سی کہانی میں زندگی کے بڑے بڑے سچ بیان کر دیتا ہے۔ اردو افسانے کے ابتدائی دور میں افسانے زیادہ تر اخلاقی اور اصلاحی نوعیت کے تھے۔ ترقی پسند تحریک کے دور میں افسانہ نگاروں نے سماجی ناانصافی، غربت، طبقاتی فرق، انسانی استحصال اور پنجابی تہذیب وثقافت کو اجاگر کیا۔ ایک اچھا افسانہ نگار اپنے کرداروں کو اس قدر حقیقی بنا دیتا ہے کہ وہ قاری کو اپنے ارد گرد کے لوگ محسوس ہونے لگتے ہیں اور اپنی تہذیب کو عیاں کرتا ہے۔ اسی طرح پنجابی تہذیب وثقافت بھی افسانے کا اہم جزہے، جو کرداروں کی شخصیت اور کہانی کے ماحول کو واضح کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ افسانوی ادب انسانی زندگی کی عکاسی کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

پنجابی افسانوی ادب میں کردار اکثر عام انسان ہوتے ہیں جیسے کسان، مزدور، عورتیں، بزرگ، فقیر اور صوفی منش لوگ، جن کی زندگی جدوجہد، صبر اور وقار کی مثال ہوتی ہے، اور یہ سب پنجابی ثقافت کے بنیادی اوصاف کی عکاسی کرتے ہیں۔ پنجابی معاشرے میں عورت کا کردار افسانے میں خاص اہمیت رکھتا ہے، جہاں وہ ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کی صورت میں قربانی، استقامت اور محبت کی علامت بن کر سامنے آتی ہے۔ پنجابی ثقافت کی روح میں صوفیانہ فکر اور انسان دوستی شامل ہے۔ جس کے اثرات افسانوی ادب میں واضح طور پر نظر آتے ہیں، جہاں بلھے شاہ، وارث شاہ اور شاہ حسین کی تعلیمات کرداروں کے رویوں، مکالموں اور سوچ میں جھلکتی ہیں۔ افسانہ

واقعہ نگاری کے بجائے فکری وروحانی گہرائی اختیار کرلیتاہے۔اس کے ساتھ ساتھ پنجابی تاریخ کے بڑے سانحات، خصوصاً تقسیمِ ہند، نے افسانوی ادب کو گہرے صدمے، کرب اور انسانی المیے کا رنگ دیا، جہاں بچھڑتے خاندان، اجڑتے گاؤں، خون میں لتھڑی زمین اور ٹوٹتے رشتے پنجابی تہذیب کے زخمی وجود کی علامت بن جاتے ہیں۔

پنجابی افسانے میں تہوار، رسم ورواج، میلوں ٹھیلوں، شادی بیاہ کی تقریبات،لوک گیتوں اور رقص جیسے بھنگڑااور گِدّاکے مناظر بھی کثرت سے ملتے ہیں، جو زندگی کی رعنائی، اجتماعی خوشی اور ثقافتی تسلسل کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح پنجابی ثقافت کی ایک نمایاں خصوصیت جرأت، خودداری اور مزاحمت ہے۔ جو افسانوی کرداروں کے عمل اور انجام میں جھلکتی ہے۔افسانوی ادب میں پنجابی تہذیب وثقافت کے اثرات افسانے کو محض تفریح نہیں رہنے دیتے بلکہ اسے سماج کا دستاویز، تاریخ کا گواہ اور انسانی اقدار کا ترجمان بنادیتے ہیں، جہاں مقامی رنگ کے ساتھ ساتھ آفاقی سچائیاں بھی پوری شدت سے جلوہ گر ہوتی ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں پنجابی تہذیب وثقافت میں تہذیبی فضا کی نہایت خوبصورت اور معنی خیز عکاسی ملتی ہے۔ جہاں دیہی پنجاب کی معاشرت، گھریلو رسم ورواج، عقائد، آوازیں، حرکات اور روزمرہ زندگی کے معمولات پوری شدت کے ساتھ قاری کے سامنے آجاتے ہیں۔احمد ندیم قاسمی کے افسانے "شہنشاہ" میں ایک گاؤں کے چوپال کی پنجابی تہذیب وثقافت کے نظارے ملتے ہیں۔ جس میں بڑے ملک صاحب کے بیٹے ہاشم کا مہمان مجید پنجابی رسم ورواج اور روزمرہ کے کام کو بڑی حیرانی سے دیکھتا ہے اور ان سب کے بارے معلومات لیتا ہے۔ اس گاؤں کا ایک کردار "نورا" ہے جو پیشے کے اعتبار سے جھیور ہے۔ نورااور اس کی بیوی کے روزمرہ امور پر احمد ندیم قاسمی کی پنجابی تہذیب وثقافت کی منظر نگاری کچھ یوں ملتی ہے۔

> "یہ نوراہے۔ہاشم نے مجید کو بتایا۔پیشے کا جھیور ہے۔اس کی بیوی صبح وشام کو بڑے سے تنور میں محلے بھر کی روٹیاں پکاتی ہے۔پھر دوپہر کے سائے ڈھلنے کے بعد بھٹی میں چنے اور مکئی اور جوار وغیرہ کے دانے بھونتی ہے۔ تنور اور بھٹی کو گرم رکھنے کے لیے بہت سا ایندھن درکار ہوتا ہے۔اور نورا قریب قریب ہر روز جنگل سے اس طرح کا ڈھیر اکٹھا کرلاتا ہے۔"(1)

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں پنجابی تہذیب وثقافت میں نورا، اس کی بیوی، تنور، بھٹی، جنگل، ایندھن اور محلے بھر کی روٹیاں یہ عناصر مل کر پنجابی دیہی معاشرت کی ایک جیتی جاگتی تصویر بناتے ہیں۔ نورا کا پیشہ "جھیور" ہونا محض ایک فرد کی شناخت نہیں بلکہ پنجابی سماج کے اس طبقے کی نمائندگی ہے جو محنت کش ہے۔ وسائل محدود ہیں مگر زندگی کی گاڑی محنت، برداشت اور باہمی تعاون سے چلتی ہے۔پنجابی تہذیب میں پیشہ انسان کی عزت کا پیمانہ نہیں بلکہ اس کی محنت اور دیانت اصل قدر سمجھی جاتی ہے اور احمد ندیم قاسمی اسی قدر کو بڑے سادہ مگر گہرے انداز میں پیش کرتے ہیں۔

اے حمید کے افسانوں میں پنجابی تہواروں،لوک روایات اور رسومات کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ مثلاً شادی بیاہ کی رسومات، دیہی میلے ٹھیلے،بسنت اور بیساکھی وغیرہ ان مواقع پر لوگوں کا جوش وخروش قابل دید ہوتا ہے۔ان کے افسانے میں پنجابی تہذیب وثقافت ایک زندہ، متحرک اور ہمہ جہت پس منظر کے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ ان کے افسانوں میں پنجاب کی مٹی کی خوشبو، دیہی زندگی کی سادگی، اور صدیوں پرانی روایات کا عکس اس طرح سمویا گیاہے کہ قاری خود کو اس تہذیبی فضا کا حصہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ انہوں نے پنجابی معاشرے کے رسوم ورواج، زبان کے لہجوں، محاورات اور روزمرہ زندگی کے معمولات کو نہایت فطری انداز میں اپنے افسانوی بیانیے میں شامل کیا۔ان کے کردار عموماً دیہات کے کسان، ملاح، مزدور، یا چھوٹے شہروں کے عام لوگ ہوتے ہیں جو پنجابی تہذیب کے نمائندہ ہیں۔ یہ کردار اپنی گفتگو، لباس، طرزِ فکر اور جذباتی وابستگیوں کے ذریعے اس ثقافت کو مجسم کر دیتے ہیں۔ اے حمید کے افسانوں میں پنجاب کا خاندانی نظام،ہمسائیگی کے حقوق،بڑوں کا احترام اور رشتوں کا تقدس جیسے تمام عناصر پائے جاتے ہیں۔وہ ان تمام عناصر کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔افسانہ "پیارے دوست" میں ایک مشرقی پنجابی لڑکی کی داستان محبت کو نہایت پر خلوص انداز میں بیان کیا گیاہے۔افسانے میں وحیدہ کا کہنا ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

”اگر شادی کروں تو کسی ایسے لڑکے سے جو میری طرح پھولوں، پہاڑوں، ستاروں اور چاندنی راتوں کا شیدائی ہو۔ جو میرا خاوند کم اور دوست زیادہ ہو۔ جو میری آزادی اور خوش فکری میں کبھی مخل نہ ہو۔ جس کے ساتھ مل کر میں اپنی چھوٹی سی چھوٹی خواہش کا تاج محل تعمیر کرواسکوں۔ اوراپنی پژمردہ زندگی کے تمام خاکوں میں شوخ اور تروتازہ رنگ بھر سکوں۔۔۔۔۔“(2)

پنجابی تہذیب و ثقافت اے حمید کے افسانوی رنگ میں یوں سانس لیتی ہے جیسے کسی پرانی حویلی کے صحن میں شام اترتے ہی دیسی گھی کے دیے جل اٹھیں، اور مٹی کی خوشبو میں گندم کی بالیوں، سرسوں کے پھولوں اور بیری کے درختوں کی سرگوشیاں شامل ہو جائیں۔ یہ تہذیب ماں کی لوری میں بھی ہے اور باپ کی خاموش محنت میں بھی، یہ وہ دھرتی ہے جہاں محبت اونچی آواز میں نہیں بولتی بلکہ آنکھوں کی نمی، ہاتھوں کی سختی اور دل کی سادگی میں پنہاں رہتی ہے، جہاں عورت کی ہنسی چوڑیوں کی کھنک بن کر گونجتی ہے۔

خالد فتح محمد کا افسانہ ”چوبارہ“ دیہی پنجاب کی تہذیب کا علامتی افسانہ ہے۔ جس میں مصنف نے خاندانی نظام اور یادوں کے تسلسل کو چوبارہ کے استعارہ میں سمیٹ دیا ہے۔ چوبارہ یہاں صرف مکان کا حصہ ہی نہیں بلکہ ماضی کی روایت اور دیہی اقدار کی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔ افسانے کی فضا معنویت سے بھرپور ہے۔ کرداروں کی گفتگو میں پنجابی لہجے کی سادگی اور مٹھاس موجود ہے۔ بزرگوں کی باتوں میں تجربے کا وزن اور نوجوانوں کے رویے وقت کے ساتھ بدلتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ افسانہ روایت اور جدیدیت کے ٹکڑاو کو عمدہ انداز میں پیش کرتا ہے۔ خالد فتح محمد کا یہ افسانہ زبان دانی کے لحاظ سے ایک عمدہ مثال ہے۔ افسانے کو فطری بنانے میں پنجابی محاورات اور دیہی الفاظ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ چوبارہ سے نظر آنے والا گاوں، کھیت کھلیان ایک مکمل دیہی کینوس تشکیل دیتے ہیں۔ ”چوبارہ“ افسانہ فطری طور پر جڑوں اور یادوں سے وابستہ ہے۔ افسانے کا اختتام ایک احساس پر ہوتا ہے کہ چوبارے کو گرانے سے دیہی تہذیب و ثقافت کا حصہ بھی ختم ہو جائے گا۔

”چوبارہ صرف اینٹوں اور لکڑی کا بنا ہوا حصہ نہیں تھا، یہ بابا کی زندگی، اس کی یادوں اور گزرے وقت کا امین تھا۔ وہاں بیٹھ کر وہ پورے پنڈ کو ایسے دیکھتا جیسے اپنی سانوں کو گنتا ہو۔“(3)

خالد فتح محمد کے افسانے میں پنجابی تہذیب و ثقافت میں چوبارہ محض اینٹوں اور لکڑی سے بنا ہوا کوئی تعمیراتی حصہ نہیں بلکہ پنجابی معاشرت کی علامت، خاندانی تسلسل اور اجتماعی یادداشت کا استعارہ بن جاتا ہے۔ پنجابی تہذیب میں مکان، زمین اور انسان کے درمیان رشتہ محض مادی نہیں بلکہ روحانی اور جذباتی ہوتا ہے؛ پنجابی ثقافت میں بزرگوں کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور بابا جیسا کردار اس تہذیب کا محافظ اور امین ہوتا ہے جو گزرے وقت، روایات، رسم ورواج اور خاندانی اقدار کو اپنی یادوں میں سمیٹے رکھتا ہے۔ خالد فتح محمد کے افسانوں میں پنجابی دیہات کی عکاسی کرنے والی نمایاں خصوصیت ان کی منظر نگاری ہے۔ پڑھنے والوں کو پنجاب کی مٹی کی خوشبو محسوس ہونے لگتی ہے۔ جب کھیتوں کھلیانوں، موسموں کی تبدیلیوں اور بہتے دریاؤں کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے دیہی ماحول کے پس منظر کے ساتھ کرداروں کی نفسیات اور جذبات کو بھی بیان کرنے کی سعی کی ہے۔ ان کے افسانوں میں زمین سے محبت اور اس پر کی جانے والی محنت بطور ایک موضوع کے ابھرتی ہے۔

رشید امجد کی زبان میں پنجابی لہجے اور محاورے کی ہلکی سی آمیزش قاری کو ایک مخصوص علاقائی فضا میں لے جاتی ہے۔ بعض مکالموں میں کرداروں کا اندازِ گفتگو پنجابی معاشرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ اسلوب افسانے کو حقیقت کے زیادہ قریب کر دیتا ہے اور کردار قدرتی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں زبان نہایت سادہ، مگر تہذیبی معنویت سے بھرپور ہوتی ہے۔ ان کے افسانوی مجموعے ”عام آدمی کے خواب“ میں اس کا شہر میں بھی پنجابی رنگ نظر آتا ہے۔ پنجابی اور دیہی ماحول کے گھر اور جھگیاں اکثر دیکھنے کو ملتی ہیں۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

"شہر کے ایک ویران کونے میں جھگی نما چائے خانے میں چاروں درویش آمنے سامنے بیٹھے چائے کی چسکیاں لے رہے تھے، بہت دیر کی خاموشی کے بعد ایک جو ان میں ذرا عمر کا بڑا تھا، بولا "یارو، یہ عجب شہر ہے کہ شہر والے سو رہے ہیں اور مسافر جاگ رہے ہیں"(4)

رشید امجد کے افسانوی مجموعے "عام آدمی کے خواب" کے منظر میں پنجابی تہذیب و ثقافت کی گہری، تہہ دار اور علامتی جھلک پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہو جاتی ہے۔ پنجابی ثقافت کی اساس صرف دیہات یا کھیت کھلیان نہیں بلکہ وہ انسانی رشتوں، اجتماعی شعور، مہمان نوازی، مکالمے، خاموشی اور دکھ سکھ کی شراکت سے عبارت ہے، اور یہی عناصر اس افسانوی ٹکڑے میں پوری قوت کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ جھگی نما چائے خانہ خود پنجابی تہذیب کی ایک زندہ علامت اور نشان ہے۔ پنجابی معاشرے میں چائے خانہ یا ڈیرہ محض چائے پینے کی جگہ نہیں بلکہ یہ مکالمے، دکھوں کے بوجھ ہلکے کرنے، تجربات بانٹنے اور زندگی کی تلخیوں کو اجتماعی سطح پر جھیلنے کا مرکز ہوتا ہے۔

شاہد رضوان کا افسانوی مجموعہ "پہلا آدمی" اردو ادب کے جدید رجحانات کی اعلیٰ مثال ہے۔ یہ مجموعہ انسان کی اندورنی ہار، فتح و شکست، خواہش، تنہائی، شناخت، اور سماجی جبر کا عکس ہے۔ اس کا انداز بیان، علامت، کردار اور داخلی بیانیہ اسے ایک اہم اور منفرد تخلیقی مجموعہ بنا دیتے ہیں۔ جب اس تخلیق کا مطالعہ کرتے ہیں تو جدید رجحانات کے باوجود تحریروں میں پنجابی تہذیب کے نمونے ملتے ہیں۔ ان کے پہلے افسانے "مزدور" میں پنجابی تہذیب کا پرچار کیا جاتا ہے، جہاں وسط شہر میں پودوں کی کیاریوں کا نقشہ خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ مزدور "رمبی" کے ساتھ گوڈی کرتا ہے اور بیج بو دینے کے بعد پانی لگاتا ہے:

"ڈاکٹر لطیف کی کوٹھی کے سامنے ایک بوڑھا آدمی "رمبی" سے کیاری کو "گوڈی" اس نے دو تین بار کیاری کو اچھی طرح "گوڈی" دی۔ اس کو اچھی طرح ہموار کیا۔ پھر اس نے ایک قریب ہی بڑی میلی سی، چھوٹی سی پوٹلی کھولی۔ جس میں پھولوں کے بیج تھے۔ اس نے وقفے وقفے سے کیاری میں بیج بوئے، وہ ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی۔ بیج بونے کے بعد، ادمی نے دیوار کے ساتھ لگی ٹونٹی کھولی، اور پائپ پکڑ کر کیاری کو پانی دینے لگا۔ جب کیاری پانی سے بھر گئی تو اس نے ایک طرف کر کے، اسی پائپ سے منہ لگا کر پانی پیا، ہاتھ پاؤں دھوئے، ٹونٹی بند کی اور پائپ سمیٹ کر اندر چلا گیا۔"(5)

شاہد رضوان کے اس افسانے میں ایک کوٹھی کے سامنے مالی کا کیاری میں "گوڈی" کرنا ایک پنجابی ثقافت کا صدیوں پرانا ورثہ سامنے آتا ہے جس کی بنیاد زمین اور مٹی سے جڑے ہوئے رزق، محنت مشقت، رشتے اور تقدیس پر قائم ہے۔ بوڑھے آدمی کا محبت سے کیاری کی مٹی کو رمبی کی مدد سے نرم کرنا صرف ایک روز مرہ عمل نہیں بلکہ قدیم دیہات کی روایت کا خوبصورت منظر ہے۔ جہاں کسان اور مالی کا زمین سے محبت بھرا رشتہ قائم ہوتا ہے۔ مالی کا گوڈی کے ذریعے مٹی کو ہموار کرنا، اس کے اندر نمی محفوظ رکھنا اور بیج کے لیے ٹھکانا بنانا، یہ سب وہ فن ہے جو پنجابی ثقافت میں نسل در نسل منتقل ہوتا آ رہا ہے۔ اس عمل میں محنت کی حرمت، خاموشی کی عبادت اور زمین سے محبت کا فلسفہ پوشیدہ ہے۔ دوسری طرف مالی کی میلی سی پوٹلی میں موجود بیج اس تہذیب کے اس چلن کی علامت ہیں۔ جس میں کاشتکار بیجوں کو صرف خوراک کا ذریعہ نہیں سمجھتا بلکہ ان کو امید، مستقبل اور زرخیزی کا استعارہ قرار دیتا ہے۔ جب وہ وقفے وقفے سے بیج بوتا ہے تو اس کی ہر جنبش میں صبر، تجربہ اور زمین کے مزاج سے واقفیت بولتی ہے۔ اس منظر میں ٹونٹی کھول کر پائپ سے پانی دینا بھی اپنی جگہ ایک ثقافتی علامت ہے۔ پانی پنجابی معاشرے میں محض ضرورت نہیں، زندگی، صفائی، برکت اور رزق کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ مالی کا پہلے زمین کو سیر اب کرنا، اور پھر اسی پائپ سے خود پانی پی لینا ہی مالی کی سادگی اور فطرت سے لگاؤ کا اظہار ہے جو پنجابی تہذیب کی رگوں میں موجزن ہے۔ اس میں بناوٹ نہیں، دکھاوا نہیں، بلکہ مزدور طبقے کی خودداری ہے جو ہر روز کی محنت میں گھلی ہوئی ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں دھونا، پائپ سمیٹنا اور بغیر کسی شور شرابے کے اندر چلے جانا اس بات کی علامت ہے کہ اس تہذیب میں کام کو عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ بوڑھے مالی کی خاموشی، اس کا ڈھنگ، اس کا مٹی کے ساتھ ربط اور اس کی بے نیاز سادگی ہی مل کر پنجابی دیہی ثقافت کی مکمل تصویریں بناتے ہیں۔ جن میں مزدور طبقے کی عظمت، فطرت کے ساتھ ہم آہنگی، زمینی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

سادگی، تعلقِ رزق، اور زمین کی زرخیزی پر کامل یقین جھلکتا ہے۔ شاہد رضوان کے افسانے کا یہ دلکش اور جاذب منظر محض باغبانی نہیں بلکہ پوری پنجابی تہذیب و ثقافت کے بنیادی عناصر محنت، سادگی، رزق کی تقدیس، فطرت سے ہم آہنگی، اور زمین سے روحانی تعلق کا ایک بھرپور ثقافتی اظہار بن کر سامنے آتا ہے۔

منشایاد کا افسانوی مجموعہ "شہر فسانہ" کے افسانوں میں پنجابی تہذیب و ثقافت کا فن سادگی، شدتِ احساس، حقیقت نگاری اور انسانی رشتوں کی لطافت کا حسین امتزاج ہے۔ وہ ایک ایسے ادیب ہیں، جنھوں نے پنجاب کی مٹی کی خوشبو اردو کے دامن میں بھر دی۔ ان کی تحریروں نے ثابت کیا کہ عظیم ادب وہ نہیں جو الفاظ میں الجھا ہو، بلکہ وہ ہے جو انسانی دل سے بات کرے اور منشایاد ایسا دل آویز ادیب ہے۔ ان کی تحریریں زندہ دلی کا دوسرا نام ہے۔ پنجاب کے دیہات کے نظاروں کو پرکشش اور دلفریب میں انداز میں پیش کرتے ہیں۔ دیہات کے ایک نظارے کی جھلک کچھ یوں ہے:

> "درخت، فصلیں، پیدل جاتے ہوئے دیہاتی آدمی، کھیتوں میں چرتے ہوئے مویشی، بستی کو لوٹتے ہوئے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ اور ریلوے لائین کے متوازی جاتی ہوئی شاہراہ اعظم کی بسیں، ٹرک، کاریں، بیل گاڑیاں اور شیشم کے درخت، اس حساب سے نہ جانے کتنی بھیڑیں، کتنے ٹرک، کتنے درخت اور کتنے کھمبے حال ضرب تھا اور نہ جانے اس حاصل ضرب کو پندرہ میلوں پر تقسیم کرنا تھا یا پندرہ بکریوں پر"(6)

منشایاد کے افسانے میں اپنی فضا، کرداروں، منظر نگاری اور طرزِ اظہار کے اعتبار سے خالص پنجابی تہذیب کی عکاسی کرتا ہے۔ اس اقتباس میں دیہی پنجاب کی روزمرہ زندگی جس طرح بیان ہوئی ہے وہ نہ صرف ایک سماجی حقیقت بلکہ ایک تہذیبی دستاویز بھی محسوس ہوتا ہے۔ درختوں، فصلوں، بیل گاڑیوں، کھیتوں، ریوڑوں اور مویشیوں کا بیان دیہی ماحول کی وہ مکمل تصویر پیش کرتا ہے جس پر پنجاب کی معاشرتی شناخت استوار ہے۔ پنجابی تہذیب کا بنیادی رنگ زرعی زندگی ہے، اور منشایاد اسی دیہی تمدن کو اپنے افسانے کی بنیاد بناتے ہیں۔ کھیتوں میں چرتے ہوئے جانور، دیہاتی آدمی کا پیدل سفر، اور فصلوں کی مہک ہی وہ عناصر ہیں جو پنجاب کی صدیوں پرانی زرعی روایت کا حصہ ہیں۔ کسان کی محنت، اس کی زمین سے وابستگی اور روزمرہ کی مشقت کو افسانے میں ثقافتی علامت کا درجہ بھی دیا گیا ہے۔ افسانے میں ریوڑوں کا بستی کی طرف لوٹنا، مویشیوں کی آوازیں، اور شام کے دھندلکے میں بسیں، ٹرک اور بیل گاڑیوں کا ریلوے لائن کے ساتھ چلنا دیہی اور نیم شہری زندگی کے ملاپ کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہی امتزاج پنجاب کی بدلتی ہوئی مگر اپنی جڑوں سے جڑی ہوئی ثقافت کو واضح کرتا ہے۔ روایتی ٹرانسپورٹ بیل گاڑی اور جدید سفر کے ذرائع بسیں اور ٹرک ایک ہی منظر میں موجود ہیں، جو ثقافتی ارتقا کا نشان ہیں۔

شعیب صادق کے افسانے میں پنجابی ثقافت کی جڑیں صوفی روایت سے جڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ وارث شاہ کی "ہیر"، بابا فرید کے شلوک، بلھے شاہ کی کافیاں اور میاں محمد بخش کی "سیف الملوک" پنجابی تہذیب کا وہ سرمایہ ہیں۔ جنہوں نے محبت، رواداری، انسان دوستی اور خودشناسی کا درس دیا۔ پنجابی تہذیب کی ایک اور اہم جہت جو افسانے میں نمایاں ہوتی ہے وہ سادگی، خلوص اور سچائی ہے۔ پنجابی کلچر میں رشتے، زمین، موسم، لوک گیت اور محاورے سب زندگی سے جڑے ہوتے ہیں۔ شعیب صادق کے افسانوی مجموعے "نئی رائیں" میں پنجابی تہذیب و ثقافت کے اثرات نہایت گہرے، فطری اور علامتی انداز میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں پنجابی معاشرے کی روزمرہ زندگی، اس کے رسم و رواج، اقدار، زبان، محاورات، اور سماجی رویّے اس طرح رچ بس جاتے ہیں کہ قاری خود کو کسی دیہاتی فضا میں سانس لیتا محسوس کرتا ہے۔ شعیب صادق پنجابی ثقافت کو کسی رومانوی قالب میں پیش کرنے کے بجائے اس کی اصل روح، اس کے تضادات اور اس کے بدلتے ہوئے مزاج کے ساتھ سامنے لاتے ہیں۔ پنجابی معاشرہ جو ایک طرف زندہ دلی، میل جول، محبت، خلوص اور محنت کی علامت ہے جبکہ دوسری طرف جاگیردارانہ جبر، سماجی ناہمواری، طبقاتی کشمکش اور روایت کے بوجھ تلے دبی ہوئی انفرادی خواہشات کا عکاس بھی ہے۔ ان کے افسانوی مجموعہ "نئی رائیں" کے افسانوں کے کردار اکثر ایسے پنجابی انسان ہیں جو اپنی مٹی سے جڑے ہونے کے باوجود وقت کی تبدیلیوں سے نبرد آزما ہیں، کہیں دیہی زندگی کی سادگی شہری چالاکی سے ٹکراتی ہے، کہیں خاندانی غیرت، عزت اور روایت فرد کی آزادی پر قدغن لگاتی ہے، اور کہیں زبان خود ثقافتی شناخت کی علامت بن جاتی ہے۔ ان کے ایک افسانے میں دیہاتی ماحول کی عکاسی کچھ یوں ملتی ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

"سلمی جہاں رہتی تھی وہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس کے زیادہ تر مکانات کچے تھے۔ جب کبھی بارش ہوتی اکثر گھروں کی چھتوں سے پانی ٹپ ٹپ گرتا رہتا۔ بہت سے گھر تو ایسے تھے جن کی چار دیواری تک نہ تھی۔ البتہ پورے گاؤں میں صرف چوہدری کفایت کی حویلی پختہ تھی۔ سلمی کے والدین چوہدری کے مزارع تھے اور اس کے کھیتوں میں کام کرتے۔ کام کے تو کوئی خاص اوقات مقرر نہ تھے۔ نہ ہی کوئی تنخواہ تھی۔ سال کے دانے گھر آجاتے۔ کبھی خاص تہوار آتا تو وہ ان کو کپڑے بنا دیتا۔ یہی ان کی بنیادی ضروریات تھیں۔"(7)

شعیب صادق کے افسانے میں پنجابی تہذیب و ثقافت کے اثرات نہایت گہرے، حقیقت پسندانہ اور دیہی زندگی کے عکاس ہیں، جن کا اظہار سلمی کے گاؤں اور اس کے خاندان کی زندگی کے ذریعے ہوتا ہے۔ افسانے کا پس منظر ایک ایسے پنجابی گاؤں پر مبنی ہے جہاں کچے مکانات، بارش میں ٹپکتی چھتیں، چار دیواری سے محروم گھر اور بنیادی سہولیات کی کمی دیہی غربت کی واضح تصویر پیش کرتی ہے۔ یہ مناظر پنجابی دیہات کی اس روایتی زندگی کو اجاگر کرتے ہیں جو صدیوں سے جاگیردارانہ نظام کے زیرِ اثر رہی ہے۔ پورے گاؤں میں صرف چوہدری کفایت کی پختہ حویلی کا ہونا پنجابی سماج میں طبقاتی فرق اور طاقت کے عدم توازن کی علامت ہے۔ جہاں ایک طرف زمیندار مضبوط، خوشحال اور بااختیار ہے اور دوسری طرف مزارع، بے زمین اور معاشی طور پر محتاج لوگ بستے ہیں۔ سلمی کے والدین کا چوہدری کے مزارع ہونا پنجابی تہذیب کے اس زرعی ڈھانچے کی نمائندگی کرتا ہے جس میں کسان کی زندگی زمیندار کے رحم و کرم پر ہوتی ہے۔ افسانے میں کام کے مقررہ اوقات اور تنخواہ کا نہ ہونا اس استحصالی نظام کی طرف اشارہ کرتا ہے جو پنجابی دیہی معاشرے میں طویل عرصے تک رائج ہے۔ جہاں محنت کا صلہ اجرت کی صورت میں نہیں بلکہ سال بھر کے دانے یا کسی تہوار پر کپڑوں کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ شعیب صادق نے کسی خطیبانہ انداز کے بغیر، صرف حالات اور کرداروں کی زندگی دکھا کر پنجابی تہذیب کے اس پہلو کو بے نقاب کیا ہے جہاں ثقافت ایک طرف خلوص، سادگی اور روایات سے جڑی ہے، تو دوسری طرف جاگیردارانہ جبر، معاشی ناہمواری اور انسانی محنت کی ناقدری کو بھی جنم دیتی ہے۔ یوں یہ افسانہ پنجابی تہذیب و ثقافت کی ایک جامع تصویر پیش کرتا ہے جس میں ہنسی اور تلخی دونوں پہلو ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

پنجابی تہذیب و ثقافت اردو افسانوی ادب میں ایک مضبوط اور زندہ روایت کی حیثیت رکھتی ہے جس نے موضوعات، کرداروں، زبان اور علامتی اظہار کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔ اس تحقیقی مطالعے کا مقصد معاصر اردو افسانے میں پنجابی تہذیبی عناصر کے اثرات کا تجزیہ کرنا ہے، خصوصاً احمد ندیم قاسمی، اے حمید، خالد فتح محمد، رشید امجد، شاہد رضوان، محمد منشا یاد اور شعیب صادق کے منتخب افسانوں کے تناظر میں۔ یہ افسانہ نگار پنجاب کی دیہی و شہری زندگی، سماجی اقدار، رسوم و رواج، لوک دانش، طبقاتی تضادات اور تہذیبی کشمکش کو حقیقت پسندانہ اور علامتی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ پنجابی تہذیب افسانوی ادب کو حقیقت نگاری کی طرف مائل کرتی ہے۔ افسانہ نگار معاشرتی ناانصافیوں، جاگیردارانہ نظام، طبقاتی کشمکش اور روایت و جدت کے تصادم کو بے لاگ انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس تنقیدی شعور کے باعث افسانوی ادب محض تفریح کا ذریعہ نہیں رہتا بلکہ سماجی اصلاح اور فکری بیداری کا مؤثر وسیلہ بن جاتا ہے۔ پنجاب کی روحانی اور صوفیانہ روایت بھی افسانوی ادب میں گہرے اثرات رکھتی ہے۔ انسان دوستی، رواداری، محبت اور اخلاقی قدروں پر زور افسانے کو ایک بلند انسانی پیغام عطا کرتا ہے، جو قاری کو خود احتسابی اور فکری گہرائی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجابی تہذیب سے متاثر افسانوی ادب محض علاقائی نہیں رہتا بلکہ عالمی سطح پر قابلِ فہم اور قابلِ قدر بن جاتا ہے۔

پنجابی تہذیب و ثقافت افسانوی ادب کے لیے ایک زرخیز زمین کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ادب کو شناخت، گہرائی اور دوام عطا کرتی ہے اور آنے والی نسلوں تک ثقافتی ورثے کی منتقلی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ افسانوی ادب کے ذریعے پنجابی ثقافت نہ صرف محفوظ رہتی ہے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ نئی معنویت بھی حاصل کرتی رہتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی دیہاتی زندگی اور کھیت کی ہریالی کو اپنوں افسانوں میں نمایاں کرتے ہیں۔ اے حمید کی تحریروں میں پنجابی تہذیب کے رسم و رواج کی جھلک ملتی ہے۔ خالد فتح محمد کے افسانوں میں رشتوں اور خاندانی نظام کو پنجابی تہذیب و ثقافت کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ رشید امجد کے افسانوی ادب میں پنجابی ثقافت میں اجتماعی شعور، مہمان نوازی، مکالمے، خاموشی اور دکھ سکھ جیسے موضوعات ملتے ہیں۔ محمد منشا یاد کے افسانوں میں پنجابی دیہات کی سادگی، انسانی رشتوں کی حرارت اور سماجی ناانصافی نمایاں ہے۔ شاہد رضوان کے ہاں جدید شہری پنجاب کی ثقافتی تبدیلیاں اور تہذیبی بحران موضوع بنتے ہیں۔ شعیب صادق پنجابی ثقافت کے داخلی تضادات،

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

معاشرتی جبر اور فرد کی شناخت کے مسائل کو علامتی اسلوب میں پیش کرتے ہیں۔ یہ مطالعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ پنجابی تہذیب نہ صرف ان افسانہ نگاروں کے فکری و تخلیقی شعور کا حصہ ہے بلکہ اردو افسانے کو مقامی رنگ، ثقافتی گہرائی اور فکری وسعت عطا کرتی ہے۔ پنجابی ثقافت اردو افسانوی ادب کی تشکیل میں ایک فعال اور مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔

حوالہ جات

1. احمد ندیم قاسمی، پت جھڑ، سنگ میل پبلشرز لاہور، 2007، ص 23
2. اے حمید، کچھ یادیں کچھ آنسو مشمولہ: پیارے دوست، انار کلی کتاب گھر لاہور، 1953ء، ص 59
3. خالد فتح محمد، "چوبارہ"، مشمولہ: خالد فتح محمد کے افسانے الفلاح پبلیکیشنز لاہور، 2018ء، ص 45
4. رشید امجد، عام آدمی کے خواب، پورب اکادمی، اسلام آباد، 2007، ص 820
5. شاہد رضوان، پہلا آدمی، دانیال پبلیشرز، چیچہ وطنی، 2023، ص 30
6. منشا یاد، شہر فسانہ، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، 2003ء، ص 15
7. شعیب صادق، نئی رائیں، الحمد پبلی کیشنز لاہور، 2012، ص 54